

Checked
1987

۲۸۱۱۸
بلا اجالت کوئی نہ چاہیے



Checked 1995

قیمت ۲۸۱۱۸
۲۸۱۱۸

۱۰۰۰

اصلاح

مُصَنَّفِ مَوْصُوفِ یعنی سید غلام حبیب صاحب بی-نام نیرنگ
 پبلک پرائیویٹ لٹریچر ایجنسی کی اجازت سے کلام نیرنگ کا یہ
 ایڈیشن شریعتی لٹریچر کیلئے چھاپا گیا ہے۔ اس لئے بوجب ایکٹ
 آف کاپی رائٹ مجریہ فروری ۱۹۵۷ء میں مجموعہ کے حقوق بحق
 ایجنسی ہذا محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب۔۔۔ طبع نہ فرمائیں۔

المطبع
 فضل الہی پریسٹر مرغوب ایجنسی لاہور

۱۵۔ مئی ۱۹۶۶ء

ترجمہ حقوق کنی مغرب الہیجنسی ہر یقہ ایک طائفہ کا پی راسٹ محفوظ ہیں

یہ علامہ ہیک صاحب نے رنگ آبی سے کا وہ کلام جو وقتاً فوقتاً اسالہ مخزن اور دیگر رسالوں میں چھپتا رہا

کلامِ جنس

دوسرا ایڈیشن

مُصنّفِ صوف کی اجازت اور نظر ثانی سے کچھ اضافہ کے ساتھ

پُرپر اسٹیم غولبجنسی لاہور

نے

ایڈیٹور پرنٹنگ ڈسٹریبیوٹنگ پراکشن لاہور

فہرست مضامین کلام نیزنگ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸	راحتِ یاس	۱	تہیڈانی (از شیخ بلال قدر) تہیڈاقل (از میر نیزنگ)
۳۰	ایک آنسو سے دو رو باتیں	۱	نعرہ مستانہ
۳۲	خوابِ ناز	۱	جانِ شیریں
۳۳	بادل	۲	انسان کی کناریاد
۳۵	مُحْن و عشق	۴	فصل بہار
۳۷	کسی کا دھیان	۹	چاندنی رات میں بادل
۳۸	نوحہ رشید		تکلیفِ محبت
۴۰	کوہستان کا نظارہ	۱۰	(ایک بتی کے بچے کو بھوکا)
۴۳	انجامِ محبت	۱۳	عالمِ پیری اور یادِ ایام
۴۵	صدائے سلام	۱۴	خار
۴۷	سودائے خام	۱۶	راگ
۴۹	حالتِ قوم	۱۸	نیزنگ شفق
۵۱	غزلیات	۱۹	بھوڑا
۵۹	(برکھارت)	۲۲	مرجھیا باغِ پھول
۶۰	(عید اور انتظارِ بار)	۲۵	خوابِ تیرم

معذرت

نیز کئی زمانہ سے لاعلم انسان ہر چند اپنے ارادوں میں کامیابی کی راہیں نکالتے ہیں اپنی
 طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں کھتا۔ لیکن آخر وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔
 مئی ۱۹۱۲ء کا ذکر ہے جبکہ جناب سید غلام بھیک صاحب تیرنگ بی۔ اے (انبار) سے
 کلام تیرنگ کے اس ایڈیشن کی اشاعت کے واسطے (بالاصل) اجازت حاصل کی تھی۔ موقت
 مقصود ارادہ یہی تھا کہ اسے چند ماہ کے اندر ضرور ہی شائع کر دیا جائیگا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خیال
 دینگے کہ کسی نہ کسی صورت سے اسے (حکمِ نقشبانی) دلچسپ بنایا جائے۔ لہذا اسے پہلے
 قوٹوں کی تلاش ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد گروپ ہاتھ لگا۔ جس سے تصویر ملجھتے دیکر پلیٹ بننے کے
 لئے بھیج دی گئی۔ پلیٹ کے جلدی نہ تیار ہونے کے پلیٹ میں حد سے زیادہ لیٹ ہو گئی۔ او
 کچھ مدت طائف کلام کے کام آئی۔ خرید بڑاں اس مجموعہ کے چھپوانے وقت جو جو قیمتیں پیش آتی
 رہیں انکا اعداد و تسلسلہ انداز کیا جاتا ہے۔ تمام کاپیاں طبع ہو جانے کے بعد اس کے دیباچہ
 کے لئے کرمی جناب شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے پبلک۔ او سکسٹر لائل پور کی خدمت میں
 عرض کیا گیا۔ شیخ صاحب نے لٹافاً اس آکراں تو کر لی لیکن آپ کو عدیم القرضتی کے باعث
 چند منٹ دینے دشوار ہو گئے۔ آخر کئی ہفتوں کی یہیم یاد دہانیوں سے جناب سید غلام بھیک صاحب
 القرض ان کام ناگزیر وجوہات کی وجہ سے جس قدر اس مجموعہ تیرنگ کی اشاعت میں تعینق
 عمل میں آئی ہیں اس کے لئے امتیاز کو وہ تمام باذوق اصحاب ایک عرصہ سے اس کی اشاعت کے
 منتظر ہیں۔ اگلے روز چھوٹے باوقافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے میں معذور رکھنے لگے۔ اگلے روز
 کو کراہ لائیں۔ قبول۔
 فضل الہی مرغوب رقم پور پٹر مرغوب علی التوا
 مکروری ۱۹۱۲ء

تمہیدِ بیعتانی

کلام نیرنگ ایک مختصر مجموعہ کی صوت میں سال ہوئے ستھ میں چھپا تھا۔ اور مخزن پر سیل ہو کر
 کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ جو دلاویز نظمیں اور لہیز نیرنگیں میر میرنگ صاحب کے قلم جاوہر رقم سے نکلا ہوا تھا
 ایک نیرب اوراق مخزن ہوئی تھیں۔ وہ بجا کر دی گئی تھیں میر صاحب صوف ایسے مختصر مجموعہ کی اثبات
 راضی نہ تھے۔ گو میرا یہ خیال تھا اور ہے۔ کچھ اشعار لغز ایک ضخیم مجموعہ بے مغز سے بہتر ہیں۔ وہیں
 چاہتا تھا کہ ایسے پر معنی تخیلات ایک ہمارا رسالے کے اوراق پر پڑاں میں بکھرے ہیں۔ اس لئے میں نے
 اصرار کیا کہ یہ مجموعہ باوجود مختصر ہونے کے چھپ جائے۔ میر صاحب نے بادل ناخواستہ اس وقت اجازت
 دیدی۔ اتفاقاً وقت زمانہ دیکھئے۔ اس کے بعد میر صاحب کی شاعری کا پہلا دور گویا ختم ہو گیا۔ گذشتہ
 سالوں میں کوئی ایک آدھ نظم یا نغزل اور کہی گئی ہوگی۔ کیونکہ میر صاحب کیل سے سرکاری کیل ہو گئے
 اور مجموعہ کار مصرکاری نے فرصت کار و بار شوق سے محروم کر دیا۔ مخزن کے زمانہ سابق کے نظریں
 جانتے ہیں کہ میر صاحب صرف نظم خوب لکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان میں بھی موتی پروتے ہیں۔ مگر نظم و نثر دونوں
 کا باب ان نوں مسدود ہے۔ لوگ ان کی معذوری کو پوری طرح سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ مگر میں اپنے ذاتی
 تجربے سے انکی معذوری کو خوب جانتا ہوں۔ کیونکہ ان کے بعد میں خود بھی اسی محکم میں سلسلہ ملازمت
 میں آگیا اور تب سے علمی نیاسے علائم قطع ہو گیا۔ البتہ یہ آرزو ہے کہ کبھی زمانہ مسامتت اکے
 تو اس تعلق سے فراغت کے بعد پھر ذوق علمی کو تازہ کیا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میر کا وقت

مصلحت میری ننگ صاب کو بھی ضروریٰ حسن ہوگی۔ اسی بنا پر میں نے انکی ۱۹۰۶ء تک کی
 شاعری کو پہلے دور سے موسوم کیا ہے۔ جس میں کسی آنے والے دوسرے دور کی اُپدیش کوئی
 مُقعر ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ اور ایک اور مجموعہ انکی نظم کا ایسا چھپے جو ہر دور کا جامع ہو
 لیکن جب تک وہ وقت نہیں آتا لازم ہے کہ یہ مجموعہ اہل نظر کے سامنے ہے۔ اس لئے میرے خیال میں
 مثنوی فضل الہی صاحب غوب قم شائقین ادب اردو کے شکر یہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے میری ننگ
 سے اُن کا کلام دوبارہ شائع کرنے کی اجازت باصر حاصل کی۔ پہلے نسخہ کے بھی خطاط
 مثنوی فضل الہی صاحب تھے۔ اب دوسرا نسخہ جو انہوں نے اپنے اہتمام سے مرغوب انجینی لاہور کی
 طرف سے شائع کیا ہے۔ عجیب نہیں کہ ظاہری صورت میں نقش اول سے بہتر ہے۔ تقطیع پہلے
 مجموعے سے کی قدر بڑی کھلی گئی ہے۔ چند نظمیں جو کہیں اور شائع ہوئی تھیں۔ تلاش سے
 ہم پہنچا کر اضافہ کی گئی ہیں۔ اور قویٰ اُمید ہے کہ یہ اشاعت بیش از پیش مقبول ہوگی۔

عبدالقادر
 سابق ایڈیٹر مخزن

لائل پور
 دسمبر ۱۹۱۶ء

تمہیدِ سبجِ اوّل

شیخ محمد اکرام صاحب اسٹنٹ ایڈیٹر مخزن کے روز روز کے
تقاضوں نے ناک میں دم کر دیا۔ ایڈیٹر صاحب کی عدالت میں اسلئے کرنے
سے کچھ حاصل نہ ہوا وہاں سے بھی شیخ محمد اکرام صاحب کا حکم بجالا رہا
آخر مجبور ہو کر ان چند اوراق کے شائع کرنے کی اجازت دینی پڑی۔
ورنہ میں اس مختصر مجموعے کو اس قابل ہرگز نہیں سمجھتا کہ اہل سخن کی خدمت
میں پیش کروں۔

سخن شناس ناظرین کی خدمت میں گزارش ہو کہ میری اس خدمت کو
مجبوری پر محسوس فرمائیں +

بیرنگ

{ انبالہ شہر
۶۲۔ جون ۱۹۰۷ء

کلام نیرنگ

نعرہ ستانہ

تو کو کُبو ہے۔ تو موبو ہے	تو جابجا ہے۔ تو موبو ہے
ہر سمت اپنے خود رُو برو ہے	ظاہر بھی تو ہے۔ منظر بھی تو ہے
منظور بھی تو۔ ناظر بھی تو ہے	جلوہ بھی تیرا۔ آنکھیں بھی تیری
مطلوب تو ہے۔ توجہ تو ہے	جوندہ تو ہے۔ باندہ تو ہے
تیری طلب میں اک ماو ہو ہے	دار الحرم میں۔ بیت لقصنم میں
تو رنگ بو ہے۔ نشو و نو ہے	محجن چمن میں۔ جگل میں بن میں
نایاب بھی تو۔ حاصل بھی تو ہے	رمز نہاں تو۔ راز عیاں تو
جو کچھ ہے سو ہے۔ میں ہوں تو ہے	تو تو کہاں ہو جب میں نہیں ہوں

تیری لگن تھی تو لگیا برب
نیزنگ کو چھپ کیا آرزو ہر

جان شیریں

ذیل کی نظم کا انداز بیان اور طرز خیال خود کہہ دیجئے کہ انگریزی نظم کے جن سے لگن جینی
کی گئی ہو۔ سوال یہی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سے فہرہ راہی اور حیر کا جواب اس بندہ حیرت
میں ملنے ایک گوشہ کے اور کچھ نہیں ملے۔ مع جانا تو یہی کہ کچھ نہ جانا ہم نے۔
جو کچھ معلوم ہو وہ دوسرے شعروں میں ہو۔ باقی بیک قیاس کی تک نہ دو۔ جو تھے
بندیں نظریہ قافی لال سے تنک کیا گیا ہو اور پانچویں بند میں مسئلہ ساز ہے۔
آخر کا بند چارویں کی تصویر ہو اور ایک آرزوئے محض کا اظہار

(تیزنگ)

معلوم نہ ہو سکا تو کیا ہے؟	اے جان عزیز! جان شیریں!
ہونا تجھے ایک دن جدا ہے	معلوم ہے بس یہی کہ تجھ سے

کچھ کھل نہ سکا یہ بھید کیا ہے؟
مجھ سے ترا وصل ہو گیا ہے؟

پوشیدہ رہا یہ راز لیکن
کب - کس جگہ - اور کس طرح سے

کر جائیگی تو کہیں کو پرواز
رکھ دیں کہیں خواہ میرے ہمسایہ
رٹ جائینگے تب ادا و انداز
ہیں تیرے ہی دم سے عشق و نار

جب چھوڑ کے تن کے اشیاء کو
میرے اس سر کو دست و پا کو
کیا قدر رہیگی اس مین کی
یہ حسن ہی وصل جسم و جاں تک

ہو گا کس باغ میں سیرا؟
نقشِ پاک تو ذکر کیا تھا
ہو گا جب تفسیر یہ رہا
اس چیز کو میں ہے نام جس کا؟

اڑ جائیگی کس طرف تو؟
سو جہے گا نہ تیرا رستہ بھی
اس طور سے تجھ میں اور تجھ میں
دھونڈوں پھر کس جگہ میں جا کر

اور توڑ کے عنصر میں کا زنداں
جس کا نہ کن رہے نہ پایاں

قیہ تانفس سے چھٹ کر
اس نور کے بحرِ موجزن میں

تو جس کا ہے ایک قطرہ گویا
کیا ہو گی فنا اسی میں جہاں کڑا
تو جس کی ہر ہمت تلاء ہے چہرہ
کیا وصل کے ہو گئے ٹوٹے ارماں

یا چھپ کے نگاہِ راز جو سے
جیسے کوئی راہ سے بھٹک کر
برسوں تک منتظر رہیگی
اور کچھ عدم سے بچ نہ سکے گی
پردے میں عدم کے ہو کے مستور
جادو کے حصار میں ہو محصور
تاقیدِ طلسمِ تجھ سے ہو دور
صہبائے وجود سے ہو غمخور

جائیگی کہاں عقلِ فیکر؟
دل جس کو ہے ان سے استقدر
بتلا جب تو ہی تُو نہ ہو گی
ہم تم میں رنیتِ رنج و راحت
جذبات و حواس کیا نہ ہو گئے
کہتا ہے کہ یہ فنا نہ ہو گئے
کیا ہو گئے یا اور کیا نہ ہو گئے
بے اشکِ المِ جُدا نہ ہو گئے

ہو کر ہی رہیگی یہ جُدائی
یہ قہر جب اٹل ہی ٹھہرا
ٹٹنے کا نہیں یہ وقتِ فرقت
بے سود ہے شکوہ و شکایت

<p>یہ بھی نہ بت کہ کب بحرِ حلت جو تجھ کو پسند آئے ساعت دکھلا دے رُوحِ شامِ غربت نہ اُنجھ سے بھلا دُست</p>	<p>اچھا بس کوچ کر یہاں سے دل میں جب تیرے آئے چلے ست کہ مجھے الفراق! البین کل صبحِ طون کو شاہِ دُخدا</p>
---	---

انسان کی فریاد

<p>اے غمِ بلا ہوں! اک لقمہ فنا ہوں! میں اندہ قدموں۔ آوارہ قضا ہوں! خو کردہ وفا ہوں جاں دادہ ضا ہوں! نکست کی ابتدا ہوں شامت کی انتہا ہوں! مُرخ بریدہ پر ہوں صیدِ شکتہ پا ہوں! کہنے کو میں اہل لیکن بہت بہا ہوں! میں قیدی ہوں اہل میں بندہ ہوا ہوں!</p>	<p>ہاں افسوس ہستی امت پوچھ چکا ہوں! نے جھک کر جاننے جھک پائے رشتہ جمواریوں نے ڈالا گردن میں میری پھندا جو میری جہتیں ہیں ساری مصیبتیں ہیں صیادِ حادثے کا کرتا ہی میرا بچھا ہو ذاتِ میری جس ساری برائیوں کا آزار یوں کی مجھ پر تہمت غلط مسرا</p>
---	---

اک بات ہو بتاؤں اک دہو سناؤ
فریاد کی اجازت مجھ کو نہ کوئی فرصت
سب اب

رووں بھلا کہا تک کہ تک پہا کر اہوں
ظاہر ہمہ خموشی - باطن ہمہ بکا ہوں

کبخت دل کچھ ایسا میں ساتھ لے کے آیا
جو جوش اس میں اٹھا حالات نے دیا
اُمید کا یہ غنچہ رکھتے کبھی نہ دیکھا
دلسوزی خلاقی سوار اس میں اُڈی
عزمِ رواقت ہر اک طرح سے ٹھانا
گو کہ میں موجِ زن تھی قومِ وطن کی الفت
ہوتی نہیں سائی اُمید کے افق تک
جو آرزو ہو اس کی ناکامی ابد ہے
پائی نہ وائے اس نے طاقتِ بقدرِ حیرت

اک لمحہ جس کے ہاتھوں میں کھ نہ پایا
جو شعلہ اس میں بٹھکا تقدیر نے سجھایا
یہ آرزو کا پودا پھلت نظر نہ آیا
جبرِ نونِ الفت سوار اس میں چھپایا
فیاضیوں کا بیڑا سو سو طرح اُٹھایا
لیکن غرض نے اس کو کچھ اور ہی سجھایا
طویلِ اہل نے اس کو اک حال میں پھنسا یا
ارمان اس کا حرام اُمید اس کی لپٹا
بے اختیار یوں نے یہ روزِ بد دکھایا

کی رہبرِ خرد نے ہر چند رہنمائی

اس جہد پر بھی لیکن گھلتی نہیں پائی

۱۳۰۰ء فلسفہ ویدانت کی مطلق میں ہو کے اور سرب کے سے متعہ رکھتا ہے ۱۳

پایان میں نے تاک مقصد کا اپنے حال
اس جستجو میں نے کی سیرِ طویر میں
منہ کر کے دیکھا اگر جائیں جا کے ڈھونڈھا
جوگی کا وہ چہا را بن میں کیا گذارہ
جب تپ میں غمِ لہنی کی میں نے تیر اکثر
صوفی بھی بن کے دیکھا اور ندبہ بیابی
پھر تپ میں تری مری مشتاقِ جلوہ انکھیں
بیفائدہ ہو ساری عقل کی ترگا بو

کی بحر معرفت میں نہاتِ اشنانی
پرست کو گھر بنایا جنگل سے لو لگانی
مسجد کو چھان را اس کی نہ دیدہ پائی
تن پر بھیجوت ل کر دُھونی بہت مائی
بن بن کے پیرِ مہب جالغافہ بسائی
کر غرہ آنا انحق اک کھلبلی مچائی
پراک جھلکے بڑھ کر دیتا نہیں کھائی
تا منزلِ حقیقت نمونہ ہر سائی

اُٹھ جانظر سے میری ہاں امیجِ بستی
یہ زندگی انسان اک خواب ہے پریشان
میں چاہتا ہوں ساقی! نشہ نئے فنا کا
طالب نہیں اب سکونِ دنیا سے بستی کا
دیکھیں اگر تو کیونکر ہم جلوہ معارف
تسکین کو زہرِ تیل کی ہو اے عالم

حُسنِ ازل نہاں ہے زیرِ نقابِ بستی
بیداری عدم ہے تعبیرِ خوابِ بستی
رنگا نہ خرد ہے مستِ شرابِ بستی
کیشمکش کہیں تک اے صراطِ بستی
تو ظلمتِ نظر ہے اے آفتابِ بستی
راحت کا دشمن جاں ہر نقابِ بستی

یہ میرے دل کی حالت میری روح کی گت
اے تشنہ حقیقت دھوکے میں تو ڈانا
کہلاؤں کس صفت پر میں انتخاب ہستی
اکن ام پر خطر ہے موج سراب ہستی

چاہے اگر رہائی پیش از فنا ہو
پادشہ جبریم ہستی بحرِ غیب اب ہستی

فصل بہار

گلشن میں آمدِ فصل بہار ہو
ترپے ہو روحِ شکر بندوں کے چھپے
تیاروں میں بسکہ ہو قدرت لگی ہوئی
سرگرم ہیں جیسے قدرت کے کارکن
صحرا کو کھینچتی ہے دلِ زار کو امانگ
محسوس کون باغ کی کرتا نہیں شش
نکتہ بڑا لطیف ہو یہ اے نسیمِ بہار
نوشاہ ہو کہ بیاہ کے دن میں بہت قسب
ہر طیر غریب سے رخِ شاخسار ہو
مست ہو تندرستی جو ہو شیار ہو
میدان میں تہیہ حصہ لالہ زار ہو
کل لالہ زار ہو کا جواب کہ ہمار ہو
بیٹھا رہے جو گھر میں کس کو قرار ہو
ہو کو نل یہ آج جسے خست یار ہو
جگل میں جعِ خست کہ بے برگ و بار ہو
میل لیا اس اس لیا اس کا شعار ہو

سہرے کے دن یہ پہنے کا پتلا کھلی

ہو اس کا بیاد نام حیرت کا بہار ہو

نخل کا فرش باغ میں سبز چھایا
کچھ خطا اٹھالے تو بھی کر دو دن ہیں سیر
مٹہ مٹیوں گل کا بھرا ہے بہار نے
غنج کھلے ہیں یاقوت کھلے ناز و شک
تیری ہی لگتے جاتے نظر لے لگاؤ ترقی
دُنیا میں رنج اگر نہیں اُحت کے ساتھ
زاد بھی مثل طفل کرے قص کی عجب
آنا نظر ہے سبز ہی سبز ہر اک جگہ
پانی ہے وہ طبیعت موزون بہا میں
لعل گل و زمرہ سبز ہیں کہ رہے
دیکھتے چمن میں سبز و گل جو کوئی کہے
ہو موسم بہار جنوں خیر بزمِ خجندی

اب نو عروس گل کا فقط انتظار ہو
ناداں بہار باغ کا کیا اعتبار ہو
جو قطرہ اویں کا ہے وہ دُش ہوا ہو
یہ صحن بوستاں ہو کہ ملک تبار ہو
تو دیکھتی تو چہرہ گل کا بھرا ہو
لا لے کا دل بہار میں کون اُغدار ہو
جوش بہار و شمعِ جان و ستار ہو
تار نگاہ کیا ہے زمرہ کا تار ہو
گناہ ایک پرند مثالِ بزار ہو
ملکت بہار بسکہ جو سنگار ہو
معشوق باغ سبز خط و گھنڈا ہو
جوشے ہو بے قرار ہو بے اختیار ہو

مستی سے جھوٹے ہیں شجر کوہِ دشت میں
موجِ صبا کو زلفِ حیناں کہوں نہ کیوں
جوشِ حبسوں سے ذہنِ گل تار تار ہو
مشکِ تارِ صحنِ پسں کا غبار ہو

چاندنی رات میں بادل

(ایک ناکشِ شاہی کے کاغذ پر)

گرہا ہوا ہے سید ابر سے فلک پر چاند
سیکھ نہیں نقطہ ہے ایک کا حل کا
و یا ہو کھولے ہوئے گیسوئے معنی چاند
نظرِ گداز سے بجاتا ہوئے انور چاند
یہ شبِ بویہ چھنے کا کس ماہِ رُوسے کچا ہو
یہ گردِ چاند کے بادل نہیں سفید سفید
خرمِ ناز میں ہو دلبروں کو بڑھ کر چاند
نظرِ حوائی نے لگے ابر سے جھٹک کر چاند
مے سرو کا دیتا ہو بھر کے ساغر چاند
ہوں مت کیوں شبِ ماہ میں سب اہل نظر

گماں ہو کر سید از سے نے من اگلا	چمک ٹھا جو سید برے نکل کر چاند
منے کی آکھ مچولی ہی برق سے کھلتی	رہیگا کھیل میں مشغول آج شب بھر چاند

مجھے ہر تاب کہاں اس کی دید کی نیرنگ
کبھی کبھی کے دلاتا ہے یاد منظر چاند

تلاشِ محبت

(ایک بی کے بچے کو دکھ کر)

استدیر چپکوں پھرتی ہے نتھی سی جان	شور سے سر پٹھا رکھا ہے کیناں سالکان
دود پی لے بھوک نے تجھ کو تیا ہوا اگر	وہ دھرا ہی دود چھوٹی سی پالی میں ادھر
دود بھی پی نہیں تو؟ خیر لے تیرے لئے	گوشت تھوڑا سا منگا رکھا ہے یہ بازار سے
گوشت کو بھی تو نہیں چھوٹی؟ تو کوئی کیا کرے	ہاں! تیا ہی کہیں سردی کی شدت ہے تجھ
آرائی میں تجھے اپنی بھالیتا ہوں میں	آج تجھے سردی کے حملے سے بچا لیتا ہوں میں
پر یہاں بھی بٹھیکو تجھ کو کہاں آرام ہے؟	تلاش سے تر پنے سے یہاں بھی کام ہے
بیٹھ کر گھٹنے پہ غرغہ کرنے لگتی ہے کبھی	سر کو میرے پاؤں پر تودھر لگتی ہے کبھی

پیار کرتا ہوں تو اس پر بھی نہیں جھکوا
 بکھڑا لٹ پکتی ہو نگاہوں سے تری
 ہائے اے نادان! اب سمجھائیں تیرا دعا
 ڈھونڈتی پھرتی ہو ایں وہ گونہ لایعہ
 تجھ کو کون جس چیز کی ہو بن آدم میں نہیں
 ایسا تیری سمجھ میں کس طرح فیلسف
 ہوتا ہے محبت ایک نخل بے ثمر
 ببل شیدا ہوا گل میں صرف نالہ ہے
 ہونہ بل میں گل کی سز مہری کی کلن
 کس کی فرقت میں گل ترانہ غمناک ہے
 چاند پر ناتی فنا کرتا ہو جان اپنی چمک
 مسکراہٹ چاند کی ہو اس کا لون گل جلاب
 آتش الفت بنی تری خرمین پر اندھے
 گرد پھر پھر کہ طواف کعبہ الفت کرنے
 شمع کو لیکن نہیں اس کی محبت کی خبر

ہاشم بانی ہوتی ہر حرکتوں سے آشکار
 ہائے کیا حسرت ٹپکتی ہو نگاہوں سے تری
 تو تلاش مہر الفت میں ہو آتش زیر پا
 جسکی ہو نساں کو تجھ میں مینا حق جھوٹا
 بلکہ بچ پچھے تو موجودات عالم میں نہیں
 ذوق راحت ہو تو پیدا کر دل بے مدعا
 آرزوئے مہر و الفت ایک شام بے سحر
 دلغ ہمسر گل سے دل اسکا رنگ لایعہ
 کیا خبر اسکو کہ گل کے بل میں ہو کس کی گلن
 چشم پر غم ہو جگر یوں ہو گریہاں خاک ہے
 چاند بکھڑا ہوا اس مہجور کے نالوں کا نشو
 اُس طرف اتنا سکوں اور اُس طرف اضطراب
 یہ پتنگ بھی اڑائے شمع کا دیوانہ ہے
 جان دے اور آتشش میں غماںیں جل کر
 وہ در اس پر نہیں کر دینا غایت کی نظر

کونسی دُھن میں خُدا جانے وہ ہوا تیں بجا جب محبت کا یہ عالم ہو تو کیا اسکی تلاش؟	کس لئے ہیں گرم نسوا کی آنکھوں سے رول کیا تنائیں کہاں کی آرزو کس کی تلاش؟
--	---

عاشق از بے مہرئی پر چھا جو شکوہ سنج
یار در فرط ہولے دیگرے پال سنج

عالم پیری اور یادِ ایام

کیا لطف کے تھے وہ دن کیا خوب زمانہ تھا کھلتے تھے مزے رنگِ ایام ہمارے میں	طفلی کی دُہ باتیں کیا پیارا فسانہ تھا اور ست پرند نغمے دورے اِکال میں
اب بھی ہیں چمن میں گلِ خوشنک بھی خوشبو بھی پر آہِ عجب پیارا وہ گل تھے بنفشہ کے	شوخی بھی ہر سوسن میں رُگس میں ہر جادو بھی وہ غنچے تھے کیا تیکھے وہ پھول تھوکیا بانی

دُنیا میں بہت گھر ہیں۔ اور ایک ایسا گھر جب پہل پہل دیکھا رُوح کے جُلاے کو	پر گھر تھا وہ کیا پیلا ہم میں ہوئے پیدا امبر کے تاروں کو اور چاند کے ملے کو
غم سے نہ بچھی آگاہی فکروں سے فراغت تھی	جنت کی بہاریں تھیں آغوش میں مادر کی

رحمت کا فرشتہ تھی اس کی نگہ الفت
اب یاد جسے کر کے فتنے میں صید صحت

ہیں دوست بہت لیکن جو دوست پرانا ہو
ملتا ہو تو ملتا ہو کس جو شش مجھ سے
شہرت کی حقیقت کیا اگر بھول ہو کھلا
پڑو سچی اک گل ہر راحت نہ لٹا رہ
جس دوست سے وابستہ طفلی کا زمانہ ہو
تحریف ہو کر تباہ تو عین صداقت سے
مطلق نہیں ہوں میں گورنگ ہے چمکیلا
جو بویں ہر جاں پور اورنگ میں ہر کیا

عشق ادبھی کرتے ہیں جو عشق مرز کا تھا
چنگاری کی صو سے بجلا چلے اب ہم تم
پھل پھول سلے ہیں پر خوب تر و تازہ
گو نہ نہیں باقی خورشید جوانی کا
سچوں سے جب ہم نے پیاری سی تجھے چاہا
ہاں وقت خزاں آیا مڑھا چلے اب ہم تم
ہر آنکھ بھی چہرں طیف کی کوہی غارہ
ہو آنکھ بستم سے ہر سمت اُجالا سا

اگلا جو زمانہ تھا وہ نہیں آسکتا
وہ گھر جو پرانا تھا ایسا نہیں گھر کوئی
ہر باغ وفا کا گل ہر بار کہن اپنا
دھیان اُس کا کبھی دل سے اپنے نہیں جاسکتا
آرام کی جا ایسی آئی نہ نظر کوئی
شاداب ہے یارب! دائم یہ حیرن اپنا

دلبر نہیں دنیا میں بی بی سے کوئی بہتر
دکھ درد کی یہ سا جی ہر حال میں یہ یاد

خار

تو سمجھتا ہوں کہ اس باغ میں تیرے میں
تو نے دیکھا ہے مجھے دیدہ عبرت کبھی
سلک ہستی میں کئی تنو کہیں بسودھی ہے
رکاوے قدرت نے کبھی ہر کوئی شر بے مطلب
نور خورشید کا ہر تے میں ہر راز چھپا
ایک قانون کے تابع ہیں شجر و کھجور
تو گل خار میں کرتا ہے تمیز قائم
کہ جس کے حسن کے آئین کا اظہار نہیں
آہ کیا چشم مشاہد کی ہر کوئی نظر نہ
دیکھتے اجتناب کا نمونہ ہوں میں

محض ہر کار ہی کیا موجب آزار ہوں میں
قدر پوچھی ہے مری اہل بصیرت کبھی
جلوہ حسن کی چیز میں محدود بھی ہے
اس سلسلے میں کوئی لفظ بھی ہر بے مطلب
نوح دیا کا ہر قطرے میں انداز چھپا
ایک سانچے میں ڈھلے ہیں گرہ خاک و قمر
دیکھ اس آئین کو جس سے ہیں یہ چیز قائم
گل ہی گل باغ جہاں میں ہے کہیں خانہ نہیں
جس سے مستور مے حسن کی ہر جلوہ گری
کیا دلاویز ہوں کیا شوخ نکلا ہوں میں

ہر دل افروز مری نوکِ سناں کی سی چمک
 رنگ ہر شاخ پہ پاؤ گے زلالیسا
 نگہِ حُسنِ طلب دیکھے تو رعنا ہوں میں
 رونقِ افروز ہر گلِ باغ میں نیت کیلے
 دہن اہلِ تطاول میں اٹک جاتا ہوں
 نہیں آزاد ہی خلق کی شیوہ میرا
 تو دلینا گلِ ترکا کوئی ہسانی ہے
 گل کو وہ اپنی غرض کے لئے برباد کرنے
 راہِ رسوے نہیں صحرا میں کبھی مجھ کو تلاش
 خود ہی مجھ خاکِ نشین کو گل ڈالے اگر
 سینکڑوں مورخِ نو وہ تو بچل دیتا ہے
 اس سے ہے نیند سے ہر کو کو جگانا مقصود
 اس سے کیا بڑھ کے کروں کام میں انسان کا؟

میری شبیہ پاترائے حسینوں کی پاک
 روپِ نخل پہ دیکھو گے اذکھا میرا
 دل میں ہر رنگ میں روپ میں کھیتا ہوں
 میں چمن اریں میں گل کی حفاظت کیلے
 دیدہ حاسد گچھیں میں کھٹک جاتا ہوں
 پھر بھی گچھیں کی مدارات ہو عہدہ میرا
 باغ میں فوس ہی تباہی کی ہوا آتی ہے
 کیوں نہ بندہ غلِ شتر قضا کرے
 ہاں اگر بجائے اُسے آپ ہی غفلت کی روش
 تو کبھی اس کو بتاتا ہوں سلامت کی ڈگر
 یوں ہی جھپکی سی کبھی بندہ بھی لے لیتا ہے
 قدرِ حاکِ نشینوں کی بتانا مقصود
 میں گجبانِ کھیتوں کا خیا بانوں کا

یوں مری قدر کو جانے کہ نہ جانے کوئی
 میرے احسان کو مانے کہ نہ مانے کوئی

راگ

{ وقت - بعد غروب آفتاب }
{ دھن - مالکوس - }

تا کجا روح فلک پرواز کی در ماندگی
ہرگز ان کون پہ غوغا و مشتاق ہست بود
دار و گیر عرصہ ہستی ہوا کتا ہوں میں
ہاں فرائے راگ! تو میرا پر پرواز ہو
ہاں تو دیپک کی وہ اگلی طافت ہو
یہ سہنہار کے تنکے جلا دے تو سہی
کو نہ دے کام آئے گا میرے تیرا لہار
سیر تو اپنے پرستار کی راجھ کو کرا
حسن آئین کا کبھی چھایا کا تو مجھ کو دکھا
ستونہ کی اور گوری کی ادائیں ہیں غضب
درد و شیرینی کی موت پیاری الہی پری

تا کجا پابندی و اقمیہ و دغضری
لائے کیونکر روح علوی کی شبانہ شب
زندگی کی کشمکش سے سخت گھبراتا ہوں میں
رہنمائے جاوہ خلوت سہلے راہ ہو
اسکی آتش خیر عالم سوز قوت ہو کہاں
راگھ اس دھوکے کی ٹپی کو بناد تو سہی
ڈال میری جان پر غیاث فاکلی چھو آ
روح پر و جلوہ مجھ کو اپنی پرلوں کا دکھا
زخم پر دل کے کبھی ناخن کبھی مرہم لگا
رجن سے اُٹھیں دل میں ان انداز سرد و طرب
دل کی تسکین دل کی آفت بھولی صالی بھری

دلبر محشر ادا توڑی ہے انسان کیلئے
 ہر غرض و تیلیم یوں کا جو تیرا جھگٹا
 آہر لگے شے سے اس عالم کے میرے کان میں
 تاز تاز ساز بہتی سے سنائی دے مجھے
 ہاں ہی سر بربط افلاک کے مجھ کو سنا
 ہاں وہ متی دے کہ موشیاں جیسے پیدا
 تو کلیم دل کو میرے منہ سے طور ہے
 تو دل انسان کا اک اک ہنگ حسرت پر
 بد ہو تجھ میں چار سو سٹے شیریں ہو تو
 کس لئے ہو دل نشیں ایسی نرمی میٹھی صفت
 تجھ کو سننا ہر جگہ عالم میں گش ہوش ہو
 نظم جو دہان میں تبتہ ترا قانون حسن

جس کی ایک ایک تان نشتر ہو گرجان کیلئے
 باری باری سے مجھے سب کے کرتے دکھا
 ہاں سا جا ایک جاؤ بنکے میرے جان میں
 ذرہ ذرہ ایک ارگن سا دکھائی دے مجھے
 جن سے فیثا غورس یوناں ترامضوں ہوا
 وہ ٹرپ کی سینکڑوں تسکین جاں جیسے پیدا
 رُوح کی معراج کو تو انکس ارق نور ہے
 اس کی ناکامی کی فریادیں بیوند ہو
 جس قدر شیریں ہو تو اتنا ہی دلکش ہو تو
 ہو کہ تو منزل مقصود کی ہمارے دروازے
 صوت میں گہا ہو موج رنگ نہیں غاموش ہو
 موعے محسوسات میں جلوہ ترا فسون حسن

۱۔ اہل ہند کی بیوی میں چار گوں میں سے ہر ایک الگ کے متعلق پانچ رنگ کیاں بھی جاتی ہیں۔ اس حساب سے کل تین رنگ کیاں
 ہوتی ہیں۔ آگے ان رنگوں کا اطلاق ہے نہایت مشہور ہے تیس بریوں سے ہی تیس رنگ کیاں مراد ہیں ۱۲
 ۲۔ حضرت علیؑ الخیر فی الخلق تھے ہیں یہ کہ اس آیت کے تفسیر میں کہ ہر ایک کے ایک رنگ بھی آیت

رشتہ ہستی کے پھندے سے مجھ لے تو مجھے
اپنے آہنگِ طرب نایس بلا لے تو مجھے

نیرنگِ شفق

کھلا ہو گلشنِ مغرب میں لالہ زارِ شفق
ہوا ہے وارِ مغرب جو خسر و خواہ
دو فرشتہ سے جہر پہ چھا لئی سُرخ
نگاہِ شوق کی گرمی سے چھینپ جاتی ہے
شمارِ لالہ رُخوں میں ہوا ہے پارہ ابر
دیا ہو ابر کو اک صوب چھاؤںِ خلعت
اسی کے شوق میں ن بھر غریب تھا خوشیہ
ستارے کے یکہ شفق میں گم گزرتا ہے
شفق کے گرد ستاروں کا یہ جو ہم ہیں
خبرِ فلک کوئے لالہ گوں سے پُر کر کے

زبس ہو کر شوقِ صحنِ چین بہارِ شفق
بنائے اسکے لئے قصرِ زرنگارِ شفق
پئے ہوئے قنچِ خوریں بادہِ خواہِ شفق
جیل کے جوش سے ہو سُرخ عذاِ شفق
چرا لیا ہو جو کچھ غازہ عذاِ شفق
لگا جو بانٹنے انعام تاجدارِ شفق
ہوا ہو کیا ہی محبت سے ممکناِ شفق
کھلا میانِ سخن زارِ لالہ زارِ شفق
دُریتم کے ہو فلک نثارِ شفق
قنچِ کشی میں ہو مصرفِ بادہِ خواہِ شفق

<p>برنگ شاخِ ثمر و رسد ہے سرِ نہیں ادب سے سرِ نہیں ہوئے دل کو لبھاتی ہو یقین دلاتی ہو اک ماہر و کے ملنے کا جولتِ حرج کو سوہا ہو قصرِ حرم کا سمنِ شفق کے وہ چھلے ہیں میری نظرس ہی ایسے حسنِ پس درجہ انکا شفق غرورِ حسنِ سو بڑھکے ہے انکا شفق بہارِ گلشنِ اُمید ہے بہا شفق زمیں کے گرد کچھ ہے جو یہ صدا شفق اک میرا تارِ نظر تک بنا ہے تارِ شفق</p>	<p>لکھی یہ تو نے وہ نگیں غزل کہ لے نینک ہر ایک شعر ہے گلگونہ عدا شفق</p>
--	---

بھونرا

بھونرا لوبی بھول کا کلی کی رس لے (دہندی دوہرا)

<p>اُلفتِ حسن ہے پیامِ مرا غنچہ و گل کی دید کامِ مرا باغِ مسکنِ صبحِ شامِ مرا</p>	<p>دائِ خوشِ خبر ہے نامِ مرا میری بستی ہو بھول کی خوشبو وادی کوہِ سیرِ گاہِ بری</p>
---	---

ملے ذوق سے بلا کر ہو کر مر مرغِ نامہ بر بھونرا - کہ اس کو دیکھ کے وہ منہ سے خشتِ خبر کہے۔

نہیں کس گل سے کسم راہ مرئی	سب پہ پھیلا ہوا ہے دام مرا
پھول پھولے نہیں مالتے ہیں	مُسکراتے ہیں مُسکے نام مرا
جستہ بین کج گلاہ پغھے ہیں	بُھک کے لیتے ہیں بسلام مرا
مانتے ہیں صنوبر و ششاد	سرو آزاد ہے غلام مرا
بادۂ انس کا نشہ ہے مجھے	نئے اُلفت سے پُر ہے جام مرا
حُسن کو ڈھونڈتے ہیں ہر گاہیں	ذوق دید اس قدر ہے عام مرا

جستجوئے گل بہت ہستی من
ہو شکاری نثار ہستی من

شاید گل کا حُسن جہاں پرور	کوئی دیکھ گیا مجھ سے کیا بُرے کار
ابھی اُس کے جلالِ رعنا تک	نہیں پہنچی نگاہِ ذوقِ نظر
ابھی اُن بھینی بھینی خوشبو سے	نہیں مہکا مشامِ بادِ تحس
ابھی اس پیارے پیارے چہرے کو	نہیں دھویا ہے اوس نے آکر
اس کی شہرت کا چار سو پیغام	نہیں لب کر گئی نسیمِ سحر
حال پر عند لبِ نالاں کے	نہیں کی اُس نے مُسکرا کے نظر
اس دلاویز حُسنِ زیب کی	نہیں گلچیں کو خواب میں بھی خبر

یہیں ہوں حال میں بھی گل سے قریں	ہیں عنایات اس قدر مجھ پر
ہم نفس ہوں انیس و سرم ہوں	میری الفت میں اس قدر ہوا اثر

جلد آرائے خلوتِ مستم من
بزمِ پیرائے جلوِ مستم من

داؤِ گلشت دے ہا ہوں میں	محو ہر رنگ و سہرا ہوں میں
پیار کرتا ہوں جا کے گیندے کو	منہ بنفتے کا چومتا ہوں میں
آنکھ نرگس سے جا لڑاتا ہوں	مالِ چشمِ فتنہ زاہوں میں
لگ چلا ہنس کے سیوتی سے کبھی	کبھی چنپاٹے بلا ہوں میں
کبھی جھری سے چھیر کر بٹھسا	دل لگی میں کوئی بلا ہوں میں
یا سمن سے ہی میری سرگوشی	موتیا سے سخن سرا ہوں میں
ہے نسیمِ سحر سے یارانہ	راز دارِ دل صبا ہوں میں
دل دکھاتا نہیں کسی کا کبھی	رہرو جادہ صفا ہوں میں
سرخِ دمِ صفا سے وقف ہوں	رہ علمِ دمعِ ماکدین پڑھا ہوں میں

دل از نورِ مہرِ مستور است
رسمِ بیگانگیِ زمینِ نور است

<p> سب کو لازم ہے قہر تہا میرا میں ہوں ذوقِ سلیم کا پُتلا دل کسی پھول کو نہیں دیتا گوئے شوق کا ہوں متوالا میرا محبوب ہر طرف پمیدا شیوہ کار چھینکتا رونا شوق اپنا جتا کے حد سے بڑا میں مقید ہوں دامِ الفت کا شوخی سے شوخ سادہ سے سادا </p>	<p> فنِ لفظِ رہ میں ہوں میں کیت مجھ سے اہلِ نظریہ گریں کھیں حسن سے مجھ کو ہے لگاؤ مگر روگِ دل کو نہیں لگاتا میں میرا مطلب ہر جگہ موجود نہیں میں امثالِ بلِ زار گل کو نفرت نہیں دلاتا میں نہیں میں زید و عمرو کا پابند ہے ہر اک گل نگاہ میں میری </p>
---	--

و تصور چرخِ حسن دارم
جلوہ گلِ چمنِ حسن دارم

مُر حجابِ بھو اچھول

ہر طرف تصویر کا سا ہر سماں چھایا ہوا | ہر عجب عالمِ فضا نے باغ پر آیا ہوا

پھول جو دیکھو جوانی پر ہزار ترابا ہوا
 اناکھڑا اکھل نروں پہ ہر آیا ہوا
 کہتی ہوسارا جہاں ہر میرا کہا ہوا
 شاہد گل کا عجب جن ہے گدرا ہوا
 اک طرف کو شاخ پر اک پھول مچھایا ہوا

جس شخص کو دیکھتے تھا ہر اپنے حُسن پر
 سیدھے منہ سے بات کہتے نہیں چوڑا
 دیکھتے مہج صبا کو کچھ اگر سی ہر اگر؟
 پھنس ہی جاتی ہر نظر اس کی کشش کے دام میں
 یہاں ہر دیکھتا ہوں پر اسی گلزار میں

اس پھلے پھولے چمن میں یہ گل شہِ مردہ ہو
 یا کوئی حسرت کا پتلا عاشقِ نلِ مردہ ہو

تھی محبت سے لئے آغوش میں اس کو بہا
 پھینکتی تھی اوس موقی اس کے سر بردار
 تھیں سوئیں اس کو مے سے مشکِ بزمِ غلوار
 دیکھ کر صورت کو اس کی کس کو آتا تھا نہ پیا
 سر پہ چھتری اس کے کھانکھولے ہو کر ہر بہا
 دیکھ کر اس کو نہیں پھولی ساتی تھی بہا

کل اسی گل کا عجب انداز تھا طرفِ کھا
 لیتی تھی اس کی بلائیں گردِ پھر کر نیم
 چاندنا سا مسکراہٹ سے تھا اس کی چارو
 کس کے دل میں چکیا لیتی نہ تھی اس کی دا
 لوٹ یوں کی طرح جھلکی تھی اسے نکھا ہوا
 ناز پروردِ عناصر تھا بجا کہنا اسے

دیکھ پاتا تھا ذرا اس کو جو کوئی گلِ عذار
 چاہتا تھا جھٹ گلے کا اپنے کر لے اس کو ہا

کیا خبر تھی جلد اُرجا نیکو ہو گیا
اس کو کیا معلوم تھا چلنے کو ہو یا دفنا
چومتی تھی اس کا ماتھا پیار سی باؤ صبا
کہ گدے سے یہ کس کھلکھلا کر ہنس پڑا
ہنستے ہنستے آنکھ میں شبنم کا آنسو آگیا
اُونگھتے کو ٹھیلنے کا اکا بہانہ تھی صبا

نام کو اُس کی ہنسی میں تھا نہ غم کا شائبہ
تھا رنگوں میں اس کی گویا موجزن آبِ حیات
گو دہیں بادِ بہاری نے کھلایا تھا اسے
کی جو کچھ بادِ بحر نے اُس سے اکڑ چھیر چھا
کچھ ہوا اٹھکیلوں کی ایسا خندِ زن
چُونی تھیں اس کا مڑے جھک جھک کے شاخیں بارِ

اکلی ہوئی باندھتی تھی کل ہوا میں سیم
انقلاب آیا یہ لیکن کج کیت نہا عظیم

آج ہے اس کے لہو یہ بارِ خاطر سے ہتر
سرد مہر ایسی ہوئی ہو آج تو بادِ حشر
آج کترانے لگی ہو اس سے تو کیوں اس قدر
را ل اُس کی بھی بکتی تھی اسے کل دیکھ کر
کس کو پروا ہو کرے جو اس کی حالت پر نظر
صرف تشبیہ دارِ مہوشانِ سیمبر

جانتی تھی کل اسے جو شاخ اپنا تاج سر
درو سے اکی نہیں بھرتی ہو ٹھنڈی سا نس کا
ڈھونڈتی تھی کل بہانے اس سے لگ چھینے کو
آج آنکھیں پھیلیں گلچیں نے گرا اُس سے تو کیا
اپنے اپنے حال میں ہیں مت مسکناں چمن
کل گل تر تھا۔ تو تھا گل کو نہ رُوئے سخن

ابنے بانِ غریب ہم سخی حسرت ہو یہ

اہل بنیش کو چسپاںِ دیدہ عبرت ہی یہ

اس گلِ پژمردہ کی جانبِ فرا کرنا نظر
کوئی دن کے ہیں سب اس دنیا کو کھنڈ
اس روزِ زندگِ کو اس طرح کر تو بس
دیکھ کر تجھ کو دلوں سے دور ہو غم کا اثر
دے خوشی کے دلوں کو ورنہ مت پہنچا
الغافِ دوستاں کی کج نادانی نہ کر

اے تماشائی! مڑے سرِ حسن کے ٹوٹ کر
یہ دکھانا ہو۔ اگر ہوں غفل کی انھیں کھلی
ہوش کے کانوں سے سن کہ راہِ ضلالت
چار سو پیچھے جہاں میں ہوتے خلاق کی
کاٹ دے سنس کھیل کر اس مختصر ہی کو
کل کو چھ جائے ان پر موت کی پژمردگی

ہم مری پژمردگی تاویلِ رُویا سے حیات
سیری ایک ایک نکتہ پری تفسیرِ آئینِ حیات

خوابِ مہتمم

بن گیا پس کر محسوسِ خیالِ مادر
پھر محبت نے لئے آگے جس کے لیے
وہی آغوشِ مکالم کا بنا اور یہ میس

شفقتِ ہیبتِ انسان میں پھر آئی نظر
چار آنکھیں ٹھوس پیرا بھری آنکھوں سے
پھر وہ آغوش کہ کہیے اُسے فردوس میں

<p>بیکسی جھٹ گئی اک گوشہ زبیاں میں کچھ زالی ہی تھی اُن پیار کی نظر کی چمک پیار سے اس کی اُنہٹی تھی غشی و دل میں آگئی جب کہ نظر کل وہی جس کے لئے کس میری کی لگا کر نہ شکایت اس سے</p>	<p>دل سے جاتی رہی اندوہ کے کانٹے کی کھٹک عالم روح کی آتی تھی نظر اُن میں جھلک کہ نہیں تھی کہیں عالم آبِ گل میں سینکڑوں آہیں کھیں اشکِ نئے اوس ہی سے خستہ حالی کی لگا کہنے حکایت اس سے</p>
--	---

ماں نے اُلفت سے بھرے لفظ تائی کے کہے
 اس کو سینے سے لگا پیار سے اُن کو پوچھے

<p>دل بے نیرنگی امید کہ آتی ہے نظر خواب ہی باکہ حقیقت ہو یہ معلوم نہیں چل گیا شک پہی امید کا آخر افسوں پھر ہوا تجربہ راحت اُن خوش پر تم نے ابا ہیں مت سے نہیں پیار کیا گھر میں سب کہتے تھے تم جلدی ہو جاؤ گے تم نہیں آئے دین آگے رستہ کتے سب چھپاتے ہے تم دونوں کا جانا بھ سے</p>	<p>ایسی عالم میں ذرا دُور پہ تصویر پر دل کو اِن سخت کی بیداری کا ہو کیسے باپ سے بھاگے لپٹ ہی گیا یہ زار و زبول روکے لانے لگا یوں حق شکایت لپٹ نہ کھلونا کوئی بازار سے ہو لاکے دیا اور شیرینی مرے واسطے تم لاؤ گے چھپ گئیں آنکھوں سے اماں بھی تمہارے بچھے اُکھلتے کھلتے کہہ دیتے تھے لیکن رٹکے</p>
--	--

مُرچکے ہیں ترے باپ تجھ دھیاں سب کی	یوں ہی لوگوں کے تو کہنے سے نہ کھانا دھو
شک بھی خفا میں سر ساتھ ہی اُمید بھی تھی	اس نذر میں بڑی سخت مصیبت تھی

لو کھتا تھا میں بھر سارا جہاں تھا ویراں
کوئی دنیا میں تھا حال کا میرے پُرساں

باپ نے سینے سے لپٹ کے اُسے پیار کیا	اک ترقوازہ اُسے خوشہ انگور دیا
جوں ہی لڑکے نے وہ انگور زباں پر رکھے	ذائقہ آم کا انگور میں پایا اُس نے
خواب غفلت سے تھیرنے جگایا شک کو	کہ یہ تصویرِ دلاویز کہیں خواب نہ ہو
شک کے آتے ہی لڑگوں لگی سوزناں	لطفِ منظر سے لگا مانگنے فوراً رخصت
باپ کے رخ پہ نظر آئے تغیر کے نشاں	ماں کی صورت پہ گزرنے لگا دھوکا لگاں
شک نے پامال کیا لطفِ نظر، غصہ	خاک میں مل گئے اُمید کے منصوبے سب
شک نے جُت یہ اُٹھائی کہ اسے خواب ہے	زور اُمید نے مارا کہ حقیقت ہے سمجھ
کشکشِ سینے میں اُمید نے کچھ کی جواہر	ہاتھ لپکا کے پکڑنے لگا داماں پر
اس کی تصویر جو تھی صندلی سے ہٹ جاتی	سچی کی دامِ تصویریں اُسے کھینچنے کی

بارمِ قصد پہ نہ پہنچی جو تصویر کی گسند
ہو کے یادیں لگا روئے باوا ز بلند

اپنے ہی رونے کی آواز سے چوہنک اٹھا	دل پہ عالم تھا گر اُس کے عجب حیرت کا
نیست اہمیت میں کچھ فرق نہ کر سکتا تھا	دل میں غنابات نے طوفان اٹھا رکھا تھا
بیدلی کا تھا یہ عالم کہ نہ اُمید نہ یاس	اُس کے ان لفظوں سے کہ لیجئے حال اُس کا دیا
خواب تھا یا کہ حقیقت یہ پدراور مادہ	اُس کا کیا معنی ہیں بس چیز کو کہتے ہیں پد

کچھ کہے کوئی یقین مجھ کو نہیں آ سکتا
کہ میں اس دہریں ناپ کبھی رکھتا تھا

راحتِ یاس

دمِ ناک میں کیا تھا طوفانِ غم نے میرا	ٹکڑے جگر کیا تھا حسرت کے سم نے میرا
نعرِں جلا دیا تھا برقِ الم نے میرا	میں جان دے چکا تھا تو نے مجھے جلایا

اے یاس تیرے وعدے تو نے مجھے بچایا	کیا سبز باغ برسوں اُمید نے دکھائے
تھے وعدے اُس کے جھوٹے سب نے اُڑا دیے	درباز یوں سے مکی دھوکے بہت دکھائے
بھندے اُس کے تو نے آخر مجھے پھر پایا	

اے یاس تیری صدمہ تو نے مجھے بچایا

امید کے وہ وعدے جھوٹی ہوئیاں تھیں	سب خوف و نشان تھیں گندھائیاں تھیں
دن اٹ کوشش تھیں اور راسائیاں تھیں	دھوکے کا ٹونے پر وہ آخر کو اٹھایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آرزو کی تپ تھی کیا شوق کا جھون	تن من جلا رہا تھا کیا شعلہ دروں تھا
جرماں کے شر و دسکول تھا کہ غرقِ خفا تھا	رخوں پہ جاں کے تو نے مریم سا لگایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آہ سرد تو نے ٹھنڈی ہو اچلائی	اگہری سی نیند جس کو دردِ دروں کو آئی
کیا یاس تو نے میٹھی لوری اُسے سنائی	کیا بھیر میں کی دھن میں بیونے لگنا دیا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا کھم کی زندگی ہو ایشوقِ جہیز	نے آرزو نہ حرام و نونوں پہ بھجوانت
اے یاس تجھ کو شاباش اسیاں تجھ پر	امید دُور ہو چل - تو نے بہت ستایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

گذری خوب اپنی اب میں اور تو ہے	تجھ کو میرے سے اُلفت تیری تھی بھجوتے
میں جھم نہیں تو جاں ہی نہیں لڑائی ہے	صد کہہ رہا تھا تجھ سے تجھے ملایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

ایک آنسو سے دو دو باتیں

اے لشک اتوجھیں۔ طرہ ہیں تیرے کام	رکھوں نہ کیوں بلاغت خاموش تیرا نام
جبے زباں پر در دے اُکی زباں ہر تو	جو قابلِ بیاں نہیں اُس کا بیاں ہے تو
ہو جو شہل نے جس کی زباں کو جگر ڈیا	کون اس کی معذرت میں ہو گویا ترے سوا
عاشق کے دل میں جتنے ہلے مانے ہو	تیرے سوا ہے کون جو دلبر سے کر کے
جب دیکھتی ہو روح کوئی رازِ کائنات	یا رنگ بے ثباتی ہنگامہ حیات
اُس کیفیت کو کہ نہیں سکتی کبھی زباں	تیرے ہی لب سے ہوتے ہیں جذبے دُہ بیا
جس کو پناہ دہر میں ملتی نہیں کہیں	ہوتا ہے تیرے در پہ وہ پنہ گزین
دُنیا میں جن کا کوئی نہیں ٹنگا رہے	تو ایسے سیکوں کا دل جہاں سے یار کا
فریاد جس غریب کی سنتا نہیں کوئی	اُس کی اپیل کی تو عدالت ہے آخری
افسانے رازِ عشق کا لپکا سا ہو تجھے	سازش ہو تیری آہ سے اور رنگِ زرد سے
ہمدردی انا م کا رکھیں صدف جو نام	تو اُس صدف کا گوہر کیتا ہے لاکھ نام
چھاجا ہے دل یہ چب کوئی غمِ باری صفت	اک تو ہے سچے دل سے جو کرتا ہے تعزیت

ہوتا ہی ننگِ او دل با صفا بھی تو	بتلا ہے یعنی بربق اہل ریا بھی تو
وہ نیک لوگ موتے ہیں جو راسخ	تو بہتریں قصیدہ ہی ایسوں کی طرح
پنچے میں جب عدو کے جہانگیر پھنس گیا	اور حکم قتل فوراً جہاں صاف لکھ چکا
تو ہی تھا جس نے نور جہاں کو بچا لیا	اُس دم بلا کو ٹالنا تیرا ہی کام تھا
زنجیر عشق سے جو ہوں دل بند ہوئے	گرفتار اُن میں آئے کسی اتفاق سے
ایسے دلوں کی صلح کرانا ہے تیرا کام	پچھڑے سہمے دلوں کو ملانا ہی تیرا کام
معتوق کی جو آنکھ کو کرتا ہی تو پر آب	عاشق کی بدگمانی کا ہے بہتریں جواب
بھلائے آنکھ میں تجھے جب کوئی نہ تھا	سمجھ نہ کس کا دل تجھے اک وعدہ وفا
ہونا ہے قصہ دل میں جو در خیال یاد	دل اس پہ تجھ کو کرتا ہے مثل گہرِ شمار
تو چشمِ دل ہی! ابدِ دلبر کی سنجہ سر	اگر تا نظر ہے آنکھ کی کھڑکی سے جھانک
وہ آنکھ جس میں ہوتا ہے توجہ گہرا	انساں کی حسرتوں کا ہو جامِ جہاں نما
قطرہ ہے پر تعقیق دریا نما ہے تو	پیما نہ بحرِ روح کی گہرائی کا ہے تو

اے اشک! تیرے صفِ نوبت ٹھیک ہیں

نیز نگ کو بھی کاش دکھائے تو کچھ اثر

خواب ناز

ہاں نگاہ و شوق آدھلائیں کپ پیار لہا
تو بے لکھیں تو یہ ہے ایک نہ رہتا
پاک نظارہ ہو آنا پاک دل ہو تو بھی پا
شائیں گلگت جس کا ہونل و مہانیاں

حسن کا اس دم عجب عالم فریب انداز ہے
وہ بہار باغ خوبی محو خواب ناز ہے

اس ٹھڑی آرام میں ہیں نظر کی بجلیاں
جاگتا ہو ایک جلاں مثال بارش
چلبلی وہ مسکراہٹ وہ پیلے شہنشاہ
پیارے چہرے پر ہر چھایا ہو کیا پیار سنا

اگر فرشتے بھی یہ بھولی بھولی صورت دیکھ لیں
اپنے معصومی کے دعویٰ سے نہیں ہاتھ اٹھائیں

روح پر کہ تہا ہی چہ نظر عجب دیکھش اثر
منہکس ہوتا ہو اس چہرے سے کیا نورِ قمر
جس طرف کو آنکھ اٹھاؤ چاندنی ہی جلوہ گر
چاندنی کی ہر کرن ہو ایک آفت کی نظر

چاند بھی گویا کہ اس جلوے سے محدود ہے
ہاں مبارک ہو نگاہ و شوق تیری عید ہے

ہر شمع حسن میں ہر برق خالط کی چمک	ہر غوغا حسن کی اس سادگی میں بھی جھمک
ہنر اپنا فراہم کر دے کہ نہ لے لے لے	نشر حال سے کہیں میں مجھ پر لگ لگائی ہلک

اے بچے پرستے میں عشوہ ہو گو درمید ہے
مُسکراہٹ پر لبوں پر لب بھی خواہید ہے

دیرہ مشتاق ہوا تیرے سال حیرت نہ	ہیں ہم ہر گنگ خوشی غمہ و ناز و ادا
لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے	اس چمن کی نظری کی نہیں کچھ نہ ہنسا

یہ نہ ہو ارمان کی بے تابیاں ہر گلیں
جاگ اٹھیں تو تجھ سے بدگماں ہو گلیں

بادل

تیری نیرنگی کا درمید تماشائی ہوں	میں بھی اسے لہر نہ سے جس کا شیدا ہوں
کر دے لہر غمہ پر شکر ہر مینا کی کا	میری آنکھوں سے تجھے دیکھ کے دھوکہ دیکھا
سچ بتا کہ جس سے یہ انداز ازلے آئے	ابن نہ لے لے لے لے لے لے لے لے لے

سہ شمع حسن علیہ السلام کا شعر ایک لفظ بدل کر چڑھا گیا ہے۔

کبھی بہت بھری صُورت تو بناتا ہے	بکے اک موہنی مُرت تو کبھی آتا ہے
دل سے مجھ کو یہ تری عشوہ گزنی آتی ہے	یہ ادا تجھ کو اسی شوخ نے سکھائی ہے
چاندنی رات میں ہُناز سے آنا تیرا	سکے اک ٹور کا پتلا وہ دکھانا تیرا
چاند کو پیار سے سینے سے لگانا تیرا	اوس کبھی دُور اُسے چھوٹ کے جانا تیرا
چاند کے حُسن پہ کیا دل ہر تیرا آیا ہوگا	مالہ کہتے ہیں جسے یہ ترخا آغوش ہو گیا
دل لگی چاند سے تیری یہ مجھے بھاتی ہے	گو مری یاد کو بچے حُسن یہ کر جاتی ہے
لُطف لکھتا ہے گرج کر یہ برسناتیرا	ہر یہ انداز نمائے غضب و رحم خدا
چشمِ معنی کو بہت کچھ نظر آیا میں	کچھ گیا یُسُومَح العُسر کا نقشہ اسیں
جبکہ حل جائے تار تے رہیں کاسینہ	حکمت آمیز ہے تھم تھم کے برساتیرا
پایاں کی آگ کو جس طرح ٹھجھائے کوئی	جرعہ جُردہ کسی چاہے کو پلائے کوئی
جلوہ برق تری موج تبسم تو نہ ہو؟	نعرہ رعد ترا شورِ ترنم تو نہ ہو؟
ہائے البلیٰ یہ رفقا رہے ساختہ پن	منفکس تیری ادا میں ہر حُسن کا کلن
بے سبب کب یہ تیرا جھوم کے ٹوکیا ہے	تو کسی ناز کے متوالے کا تانہ ہے
تیرا انداز دلاویز جو اسکو بھایا	ہار گردن میں تری قوسِ قزح نے ڈالا
گل کھلاتی ہے تری آڑ میں سُبُوح کی کرن	کیسے رنگوں کے دکھاتی ہے دلاویز چمن

تیرے چہرے پر دکھاتا ہو وہ اپنی صنعت تو ہے آئینہ نیرنگی حسنِ مطلق تجھ میں آتی ہو نظر اُس رخِ روشن کی چھک	تیرے صدقے سے ہو گنگا شفق کی شہرت تیری مشاطہ ہیں وہ نورِ سحر رنگِ شفق شاہِ حسنِ ازل کا ہو تو رقعِ بیشک
رنگ آتا ہو مجھے تیری سبکداری پر کام تیرا ہے ہواؤں سے کلیں کرنا وسوسے کا ہے کو اتے ہیں تانے تجھ کو	ڈال کر اپنے دلِ زار کی حالتِ لطمہ محض وہ تجھ کو نہ غم کی پروا مردِ پہاں سے نہیں اشکِ بہا نے تجھ کو
ہو اگر کام تو ہے صدقِ صفا سے تجھ کو کاش میں تجھ میں پہنچ جاؤں کبھی رستے	پڑے پالا کبھی کیوں خف ورجا سے تجھ کو کب تک دیکھے تجھ کو نگہِ حسرت سے

کسی ترکیب سے دُنیا سے اٹھالے اے ابرا
اپنے نیرنگ کو اپنے میں ملا لے اے ابرا

حُسن و عشق

دیکھ لے پیارے! نہیں اچھے ترے مجھ کو تیری عزت مجھ سے تیرا بولِ بالا مجھ سے ہو	عشق نے تنگ لکے آخرِ حُسن سے لکھ لیا گرمِ ہفتِ قسیم میں باز تیرا تجھ سے ہو
---	--

میں نہوں تیری جال اتیرتی جیت کچھ نہیں
 اس پر سیکر ساتھ تیری کج ادائی ہو غضب
 جب کوئی گاہک ہر موتی کی قیمت کچھ نہیں
 یہ تغافل ہو ستم بنے اعتدالی ہو غضب
 چھوڑ اس ٹیڑھی ڈگر کو۔ نے وفا کا رستہ
 ورنہ پیارے اپنی ان باتوں کو تو پھینکا

یو فانی میں لگرتج سے کروں تیر صفت

خاک میں بھاسے تیری ساری صفات

حسن نے جس وقت قیس پر برہتہ سنی
 بولا اپنی ہل کی شاہ نہیں بچھ کو خبر
 عشق پر تیر چھ نظر کی ناز و نورت ہو بھری
 صفحہ ہستی پر تو ہے سیرم سے جلوہ گر
 میں اگر ستم چھوڑ تو تیرے نشان
 یہ مرے انعام ہیں ان پر گدرا ہو تیرا
 آہ و اشک و غم ہوا آب و دانہ ہے تیرا
 ولی یہ کیوں احساں فراموشی کا ڈالا ہے ہو

تو جہاں میں میرا آو۔ وہ نمک پر نہ ہو

عقل نے بزم شہ کی بزرگی جو سنی
 عشق کا حکم ہو کہو مگر حسن ہو نا جدا
 یہ کہا۔ اور ہم سے سچ بڑھو قول گئی کوی
 عکس ہو آئینہ ہستی میں یہ تو حسن کا
 سن اک سوچ ہو اور ہو عشق اس سوچ کا نور
 کس طرح ممکن ہو ہونا نور کا سوچ سے نور

عالم ہستی میں دونوں لازم و ملزوم ہیں

ہیں تو دونوں میں نہیں تو دونوں میں بھی ہم ہیں

کسی کا دھیان

بولیں! میں شائع سے لے کسی کے دھیان
 تو جلوہ نہاں ہوا کسی کے حال کا
 سونا پڑا ہے بل کا شہستان تیرے بغیر
 ہے منتظر حیرت دیدار کو تو
 تو شمع ہو خیال کے فانوس کے لئے
 ذرہ صفت ہو ماحمہ تو مہرِ سادری
 دیدارِ یارِ حجابِ شرابِ مہور ہے
 تیری تری جہانی جاناں سے کم نہیں
 اس بل کا غم بھی تہی ہوا و غمسا بھی
 خلوت کا تو انیس ہو جلوت کا تو رفیق
 کیا تجھ سے نوک جھوک ہو کیا چھڑ چھاڑ
 اس شمع کی تو روح ہو اس جان کی ہو جان
 لے سیکڑوں لہروں کی خوشی التجو میں غما
 کیسے بے خیالہ ویراں ترے بطیر؟
 ارمان تک ہے ہیں تیری راہ جلد آ
 روشن چراغِ فکر ہے تیرے ہی غم سے
 اس کی فوں گری ہے تری ذرہ پر
 تو اس سے لطیف کا پیارا سرور ہے
 تو ہو تو مجھ کو یار کی فرقت کا غم نہیں
 اس کی غم بھی تو ہی ہو اس کا قرار بھی
 ہر حال میں تو ساتھ ہو لے با وفا شفیق
 ہر صدمہ بھی تجھی سے سنجی سے بگاڑ ہے

ہاں تیرے سروٹھنے میں منانے میں لطف ہے	اس لگی میں ہنسنے ہنسنے میں لطف ہے
اپنے لئے جہاں سے الگ رک جہاں ہو	گلگشت شوق کے لئے باغ جہاں ہو
تو میری جاں کے ہر گاہ پے میں ہو موحن	تو مجھ پہ ہو محیط تو میں تجھ میں ہو مکن

یہ سر خدا کرے نہ ہو جب سر میں قنہ ہو
وہ دن نہ ہو کہ دل میں تری آرزو نہ ہو

نوحہ رشید

۲۔ ستمبر ۱۹۰۷ء کی شام کو بعد غروب آفتاب جوامرگ عبدالرشید
چشتی بی۔ اے مرحوم کی قبر پر نوحہ پڑھنے گیا تھا۔ اُس وقت جن حضرات
نے دل پر مجھ کو اُنکی نکلی تصویریل کے چند شعروں میں کھینچی گئی ہے :-
بزرگ

اُنکب حسرت تیرے مدفن پہ بہانے آیا	تو نے جو دلغ دیا تجھ کو دکھانے آیا
مرض الموت میں بھیجا تھا جسے عید کا کارڈ	وہ ترے بستر خاکی کے سر ہانے آیا
جس کے شعروں کو بہت شوق سے تو سنتا تھا	آج وہ تجھ کو ترا نوحہ سُنانے آیا
رات اندھیر سی طبیعت نیریاں ہو تری	شعلا آہ کی اک شمع جلانے آیا

چھوڑا احباب کو سوتا ہے پڑا چین سے تو
نفرہ درد سے میں تجھ کو جگانے آیا
ہائے جکے لئے صد ولت بیدار تھا تو
وہ پدر خود تجھے مرقبہ میں سلانے آیا

جیسے جی بھول سے تھی تجھ کو بہت کچھ نسبت
میں تھے بھول چڑھانے آیا

ہمتی جلتی تھی بہت بھول سو خصلت تیری
سیر گزار سے کچھ کم نہ تھی صحبت تیری
بوسے گل جیسے کہ پھیلاتی ہر بہرستیم
اس طرح پھیلی تھی خلاق کی کہنت تیری
یار و اعیار میں کچھ فرق نہ تو کرتا تھا
مسکراہٹ ترے ہونٹوں پہ تھی طہرت تیری
تجھ کو کیسے سے تعلق نہ تعصب سے لگا تو
دوست نامہ رکھتی تھی محبت تیری
جس طرح بھول ہر روز میں کھلا جلتا
اس طرح خٹوری ہی تھی عمر کی ترست تیری
تمہی خوشی تیری عزیزوں کو ملائے رکھا
برحمتِ خاطر احباب مشرت تیری
تو وہ تھا جس کو پیمبر نے کہا ہے مومن

ہاتھ سے دل سے ایذا نہ تھی عادت تیری

گردشِ جنبر و دوار نے سینے نہ دیا
چرخ سے تجھ کو کسٹم گار نے جینے نہ دیا
کچھ تو ارمان غریزوں کے نیچے اپکا کاش
چاران بھی تجھے خوشخوار نے جینے نہ دیا

ملہ حدیث المؤمن من یستلم المؤمن یداً ولسانہ مومن ہ جس کے ہاتھ و زبان کو انسان کا ہے

ایک جاں بس پہ یوں ات ہجومِ آلام تو تو رکھنا تھا آزار کسی کا بھی رُوا تھا جس اکس کے نکلتوں میں قہقہے تھے کو شاہِ بازار کے جلوے کا جو تھا مشتاق	کثرتِ مجمع افکار نے جینے نہ دیا ہائے تجھ کو ترے آزار نے جینے نہ دیا اُسی اکس پر اسرار نے جینے نہ دیا ہاں ہی حسرتِ دیدار نے جینے نہ دیا
--	---

سخت جانی ہے ہر نیرنگ بھی آخر زندہ
تجھ کو کیوں موت بھگا کرنے جینے نہ دیا

کوہستان کا نظارہ

ہاں مُبارک پہنچے اے دید کی مشتاق نظر قلعہ کوہ جو ابھرتا ہے تو اک شان کے شا چوٹیوں اور قلعہ دل پر جو درستی کے نظر سبزہ ہی سبزہ ہر اک سمت نظر آتا ہے صفیہ کو کشن کہنا عجیب گلشن ہے خُلیبندِ حُسن دہر ہے مالی اس کا	ایک بلبلِ گلِ نظارہ ہی شعلے کا سفر کھڑ جو گہرائی میں اُترتا ہے تو اک کس کے قہقہ اور روئیدگی کا دیکھئے منظر پہ اثر ایک دریاے زہر دے کہ لہراتا ہے سبزہ و گل سب جو قلعہ ہے سو اک حُسن ہے گل سے رہتا نہیں دامن کبھی خالی اس کا
---	---

یاں جو بودا ہے سو ہرگز کی صورت آرد
چھل اک طرزہ لاویز سے رکھتے ہیں یہاں
بہی ہیں چھلوں نے خوشتر بکھینک کیا
دیکھا اڑتی ہوئی تیرہوں کے انداز
کس قدر حسن کبھی ہے یہاں قمر نے

دیکھے اس نے اک کھٹ سے وہ بدل اٹھا
اے لہو وہ اور بھی کچھ ابر کے پار سے
نہیں بل کے یہ ٹکڑے رہیں چھن لیاں
زن میں یہ نازیر چھل بل یہ ادا کھاتیں
نیلی پرشاک کسی کی ہر کسی کی ہر جری
کبھی بھکیلاں کرتی ہیں ہوا سے دیکھو
اے لہو اسب چھپ گئیں اس میں چھپ کے پریا
لوہر سے کوہ پانی وہ گھٹائیں آئیں
ابر نے ڈھانپ لئے سب شجر و کوہ و میں
رعد نے آکے جو حکام میں کچھ تیزی کی

خوشنوا این چمن کو نہیں خونہ صیبا
شجر اک جنبش مستان سے بنتے ہیں یہاں
دل بجاتی ہیں پرندوں کی صدائیں گویا
گویا قدرت نے عطا کی جو کوس کوڑ
کیا ویرلے کو فروں ن ف قمر نے

اک علم نور کا آکاس میں لہلہ لنگا
سینکڑوں رنگ سے جو بن کر نکلائے
محو سیر کوہ بادیں قصاں قصاں
بادلوں کو کہیں آتی ہیں بھلا یہ باتیں
کوئی میثالی پری ہو تو کوئی سوخ پری
ناجی چرتی ہیں کیا پیاسی داسے کھنڈ
ہو گئے بارش بارش کے ہتیا سداں
مینہ کا پیغام لئے ٹھنڈی آئیں آئیں
گویا جزا بر کے دنیا میں کوئی چیز نہیں
وہ لگی دینے گھٹا داد گہر ریزی کی

<p> کل گیا ابر۔ خاک صاف نظر آنے لگا واہ یہ صاف یشاف یہ گہری نیلک دیکھتا ہے اسے انسان تو کیا سوچتی ہو سامنے دُور اُفق تک جو نظر جاتی ہے نظر آتا ہے اُفق میں جو ذرا ابر سفید اک جھلک حُسن ازل کی سنی کھا جاتا ہو آبشاروں کا سر کوہ طرب خیز وہ شورا نہ تیاں دودھ کی بہتی ہیں ہاں بے محنت سحر کی تہ میں کوئی ہوگا پڑا مروا آئی وہ دُور سے متانہ جھنجھوٹی کی صدا آہ موسیقی جاں بخشں! جہاں زائہنگ گونج کیا ہو یہی کُہسار کی یُرد و دُعا ہائے اس حُسن کے مسکن میں بھی فُت ہوئی </p>	<p> نیلگوں حُسن کی نیرنگیاں ٹکھلانے لگا نہ زُرد میں یہ زُکرت نہ یہ نیلم میں نہ مک طائرِ رُوح کو پرواز فنا سُوچتی ہے دُھرتک کوہ کی نیلک ہی نظر آتی ہے شوقِ نظارہ طلب کو ہے سحر گاہِ امید دل کو مشتاقِ رُخ یار بنا جاتا ہے ہائے وہ لغتہ متانہ وہ رفتار وہ زور دیکھے فراد تو حسرت سے کہے "قیامت" آبشاروں کو جو دیکھو تو جہم مروا گونج بھی ساتھ پیا نو ہے بجاتی اپنا تیری تاثیر سے فی سُوح بنا تو وہ رنگ اثر لغتہ سے ہو جد میں چھپ کر گاتا اس گُشتاں میں بھی انسان کی مصیبت ہوئی </p>
--	---

یہ نیلکا کا اسمِ صوری نیلا بہت عوامِ متعل ہے۔ میں نے دہشتہ گزیر موت ٹھٹھک -
 سیلک - کالک کے وزن پر نیلک گڑیا ہے۔ (نیرنگ)

پیش ہر وقت وہی پیٹ کا وہندا اس کو !
وہی محنت ہی نلت ہو مقدر اس کا !
جرحا لالت کا ہنرم وہی رونا اس کو !
وہی حرام ہی حسرت ہو مقدر اس کا !
دل کو فرصت ہو پوچھا کو عجیب مندر سے !
ورنہ یہ عرصہ کھسا عجیب منظر ہے !

ڈرتے ڈرتے میں ہاں ہو نظر آتا موہن
نرت نئے دُپ میں درشن ہو دکھانا موہن

انجامِ محبت

(حرام نصیب گلیٹ زبانِ حال سے)

مجھ سے پوچھے کوئی انجامِ محبت کے لئے | بادہ حرام کی لذت جا ہم حسرت کے لئے

سلا مغرب کے ڈانی فضا نگار و کڑھیدو گو کے فضا نگار زراف دی سی کو ختم کر کے رات کے دل میں ان حیاتِ
نے خود بخود جہنم کیا گلیٹ ایک حسینہ عاشق ہو۔ اس حسینہ کے چچا کا جہاز کہیں دوسرے ریٹسٹ کر غرق ہو گیا ہو۔
یہ چچا ہی اس حسینہ کا سر پت بلکہ بستر پر ہو۔ وہ حسینہ اور اس چچا وعدہ کرتے ہیں کہ جو کوئی اس گیسٹے جہاز کے
اچن کو سمندر سے نکال لائے اسے اس حسینہ کی شادی ہو گلیٹ اس شرط کو منظور کر کے دو ماہ کی لائنداد مصفا
جھیل کر اچن کو تنہا نکال لانا ہو مگر اس شائیں حسینہ اپنا دل ایٹ و رکونے میٹھی ہو گلیٹ یہ پھلک لینے تو
سے اپنے قریب کی شادی اس حسینہ سے کر اگر خود سمندر میں ڈوب مر تابت ۱۲

مجھ پہ احساں کر گئی وعدہ فراموشی تری
 کو کبھی بھی دستاں کو میری نکر بول اٹھے
 گو سارے راز و تھا تیرا پیمان وفا
 آہ! آہ! حصولِ مرہمِ قصود میں
 ذائقہ دردِ محبت کا تن آسانوں کو کیا
 بحرِ الفت میں تھا طوفانِ شدائد کا خطر
 بی وفا بیکسرم پیشہ اگر نکلا تو یک
 جامِ دوست سے نہیں کم تجھ سے حواںِ دست کو
 بولہ بولہ ہی کیا رک وعدہ الفت ترا
 جان دینے لپ تو تھر بھر ناکامی میں سہم

بی وفا ہی نے نکھلے شہادت کے فرے
 گلے کو چکھے قحطے میں نے مصیبت کے مرے
 پر مٹے دھوکے میں بھی ہم کو حقیقت کے مرے
 ٹوٹے ہیں کیا کیا مرے نے جراحت کے مرے
 جانتے ہیں اہلِ تہمت ہی مصیبت کے مرے
 سب بھلا دیتے قحطے پر ائیدِ راحت کے مرے
 کم نہیں او وفا میں استقامت کے مرے
 یحیٰ زشتہ صہبائے الفت کے مرے
 ہم اٹھائیں گے بس اب اتارِ غیرت کے مرے
 پائیں گے گنہگارِ قدیم شہرت کے مرے

چھٹ گئے ائید کے چھندوں سوا بیکرنگ ہم
 یاس نے ہم کو دیتے عیشِ مسرت کے مرے



صلیٰ السلام

گھنچ جرفاں کے دینے لگت تو آیا ہوں میں
 درود مل ہی حضرت سنا سنا رکھ کی ہر دو
 جس سے سستوں کا کیا تھا خلیل اللہ
 نامیوں کو سنا یا نہیں پیغمبر امید
 روح کو ہوں قبلہ حق کے لئے قیام
 ظلمت کثرت کی چھائی تھی گھٹا چارون
 تھا یہ بازار جہاں میں اک سنا کس میں
 بھائی بھائی نوح انسان کو بناؤ تھے ہی
 عدل سے اُلفت ہو چھو مفسد سے سب
 اس چین میں بستے آئیں تو آیا ہوں میں
 دل میں بنکر درود کی آرزو کیا ہوں میں
 بزم میں لیکر وہی جام و سہوا کیا ہوں میں
 ساتھ بیکر مردہ لاکھ لکھ آیا ہوں میں
 دل میں بنکر راز جاں کی کھجور کیا ہوں میں
 مہرِ وحدت ہوں چمکے سوبہ سوا کیا ہوں میں
 گوہرِ حرکت کی بست کر آیا ہوں میں
 بونٹ نے ہستی غیر وعدہ آیا ہوں میں
 امن پھیلانے جہاں میں چارو کیا ہوں میں

سنت باری کی ہو احکام میں میرے جھک
 اصل فطرت کے مطابق ہو آیا ہوں میں

سب رسولوں کی زبانوں پر میرا فسانہ تھا
 شمعِ بزمِ راز تھا میں۔ ہر نبی پرانہ تھا

اختلافِ فرخ کی گو ڈال رکھی تھی نقاب
 دم مرا بھرتا تھا موسیٰ میرا شیدائے خلیل
 دورِ آخر میں کیا کامل مجھے اس نور نے
 جلوہ گر وہ نور تھا اس کی جبینِ ناز میں
 تاثر نے کو تاثر ہی جاتے ہیں اربابِ نظر
 سب ہی آدم کو اُس نے ایک کنبہ کر دیا
 بن گیا فیضِ قدم سے اُس کے فردوسِ میں
 اُس کا رک رک فضل انساں کی محبت سے بھرا
 جلوہ گر اول سے میرا عرضِ جانہ تھا
 عیسیٰ مریم بھی میرے حسن کا دیوانہ تھا
 جس کی شمعِ بزم کا روحِ الہی نہ مٹا تھا
 دیدہ موسیٰ جھلک جس کی حیرتِ خاں تھا
 نیم کے پردے میں چھپنا نازِ معنوی تھا
 اُس کے حسنِ خلق سے اپنا ہر اک کیا تھا
 ورنہ رگستانِ شیرب کیا تھا ہر اک میرا تھا
 اُس کا اک رک قول دلوزانہ - ہمدانہ تھا

اُس کے ہاتھوں سے بنا رک نخلِ سبز و بار

میں خلیل اللہ کا بویا ہوا اک دانہ تھا

تم سے رخِ اپنا علاج درِ نکبت ہو تو ہو
 چھوٹ کی تلوار نے زخمی کیا جس قوم کو
 کینہ و بغضِ حسد میں میرے مسلک سے بعید
 عزتِ نیا کا رستہ حُرمتِ عقیقی کی راہ
 نسخہ ادا دِ خود کردن سے صحت ہو تو ہو
 اُس کا دماغ نوشداروئے اخوت ہو تو ہو
 جوئی اُلفت ہو تو ہو درِ محبت ہو تو ہو
 شاہِ اوستا ختمِ رسالت ہو تو ہو
 اس پہ بھی ہمارا دستِ لالِ وِجبت ہو تو ہو
 قوم کی غلطی کو ثابت کر چکے ہیں اُفتان

ماننے میں نہ آئیں مادی مُشفق کی بات خیرِ برکت ہو تو کیونکر؟ بیدلی کے کام میں تجربہ ہی اہل غفلت کے لئے اُستاد ہے	ایسے لوگوں کی اگر یہی بُری گت ہو صدقِ نیت ہو تو ہو۔ جوشِ رات ہو تو ہو خود زمانہ رہبرِ راہدایت ہو تو ہو
عرفتِ ذلت کا کیا احساس جب غیر ہیں جوشِ غیرت رہنا ہے راہِ ہمت ہو تو ہو	

سودائے خام

جو ہو مجھ سے پیار تم کو۔ جو ہو تم سے پیار مجھ کو۔ نظر آئے خارِ سی گلِ زہرِ مار مجھ کو!	یہی آنی جانی گھڑیاں یہی گلِ یہی پرندے مجھے دیں نویدِ راحت ہو سود و دُسرِ انا
یہی بے مری صدائیں کریں قیصرِ ارجمند کو جو ہو مجھ سے پیار تم کو۔ جو ہو تم سے پیار مجھ کو!	میری زلیت کا ترانہ بکالِ حُسنِ زمینت میرے بے مری صدائیں کریں قیصرِ ارجمند کو جو ہو مجھ سے پیار تم کو!

کوئی افتاب آئے	تو دن نہٹھے دکھائے
کہ ہوش گدا کا ہوا	ہو زمین پہ خیراں
میری خوش نصیبیوں کا	ہو ہر ایک زباں چپچا
میرے عشق کی حکایت	بنے دفترِ مہر
کرستِ عشقِ اتم بنے دیر یا مجھ کو	جو ہو مجھ سے پیار تم کو جو ہو تم سے پیار مجھ کو
جو ہو تم سے پیار مجھ کو	میری عمر یوں بسر ہو
کہ غمِ غریبِ بجز نیلا	غمِ دہر و فکِ ساماں
یہ مشتِ پشیماناں	یہ بھو تم یا بسِ جہاں
انہی قدموں میں پڑا ہوں	تہیں مسکراتے دیکھو
میری زیست ہو محبت	اگر تم معانِ الفت
بے یجوزی پلا کر کسے ہو سنا یاد مجھ کو	جو ہو مجھ سے پیار تم کو جو ہو تم سے پیار مجھ کو

جو ہو مجھ سے پیار تم کو جو ہو تم سے پیار مجھ کو	کراہ اتم توں کا نہیں است بار مجھ کو
یہ کہاں ہے اپنی قسمت	کہ ہو مجھ سے تم کو الفت
تہیں حسن و خود پرستی	مجھے عشق و حالِ مستی

دوم چہیں تک لے جاں !
پس مگر بھی کھٹکتا جیگر میں خار جئے !

اہمیت
لب گور بھی ٹپٹ دل بے قرار جئے !

حالتِ قوم

دل بھرا آیا قوم کی حالت پریشان کھیکر
یاد آتی ہے خزاں میں عشرتِ آیامِ گل
اب کہاں دن بہ کہ جب خبر تھی چشمِ بخت
صلوحتِ اہل عرب کی دُصوم تھی افاق میں
ایسی وقت رکھتے تھے بغداد کی شاہی کوشک
قوم کا گلزار ایسا تازہ و شاداب تھا
دفعہِ عبرت میں یہ لبوڑ دہلی کے کھنڈر
سیکھ لو کچھ تر بھی ریگِ عرصہ تاریخ پر
ہارت بہت کو تو لے لیا گریختِ قوم

رو پڑے ہم اپنی بربادی کے سامان کھیکر
حالِ اہل غیر ہے رنگِ گستاخان کھیکر
شہادتِ سلامی کے ساز و سامان کھیکر
کانپ جاتے تھے انہیں نامِ نوریان کھیکر
سر جھکاتا تھا جہنیں گرد و ن گردان کھیکر
پھیکا پڑ جاتا تھا جبکو رنگِ بستان کھیکر
سیکھ کچھ لے نل ایہ اوراقِ پریشان کھیکر
جا بجا اندیشِ قدم ہائے بزرگان کھیکر
دشت کو شش کو پُر از خارِ مخیال کھیکر

المذہبی افتاب آئے
 کیا ہے شگد اکا کھنکھار
 آرزو تو کند لالی ہزار دے کو مگر
 ناخلف ہونے پر اپنے اور بھی آتی ہوشم
 جادہ تعلیم پر تو ام مغرب میں رواں
 بے تر و دپاکے کشت آرزوئے قوم کو
 کیا کوئی قسمت کو اپنی رشتے جتن ہلے نیم
 ہندوؤں کی ہر جہارے سے چٹھی مثال
 ہوازل سے قاعدہ زیریت کے شطرنج کا
 کاش ہوا ہی یکا یک قوم کی حالت در
 وہ بہاریں دورِ گزروں بھلائی ہیں ہیں

تو وہ دن مجھے دکھائے
 بسنا چاہیے اے اربیاں دیکھ کر
 دل بٹھاتا ہے حال شوق یاران دیکھ کر
 ایک عالم کو بزرگوں کا شناسا دیکھ کر
 علم میں خالصت مہر سلیمان دیکھ کر
 رو پڑے ہم جانب ابر بہاراں دیکھ کر
 اپنی بربادی کے آثار کیاں دیکھ کر
 کیوں نہ عبرت گیر ہواں انسان دیکھ کر
 اور قومیں کیوں نہ جیتیں ہم کو نادان دیکھ کر
 جیسے جاگ اٹھے کوئی خواب پریشان دیکھ کر
 خلد شرائے ہمارے باغِ زسیان دیکھ کر

قوم کا غم جاں گزرا ہی جس قدر رویش سوم
 ہاں! مگر اپنی بساط اے حتم گریاں! دیکھ کر



غزلیات

کیوں ہم پر ہیں یہ قہر کی آفت کی نگاہیں
 مست پوچھ کہ کیا کیا تہم طحا گئیں دل پر
 افسوس تھیں کہ جادو تھیں کہ فتنہ تھیں کہ بجلی
 کیا قہر کی باتیں تھیں تری پیاری کی باتیں
 ہونے کو گل و لالہ بھی ہیں شمس و قمر بھی
 تم بھی تو سنو آکے کبھی تم بھی تو دیکھو
 کس جلوے کی رہتی ہو تلاش اپکو نیرنگ!
 گجرائی ہوئی بھرتی ہیں حضرت کی نگاہیں!

کٹ گئی بے مدعا ساری کی ساری زندگی!
 کیا ارادوں سے جو حاصل طافقت فرصت کما
 زندگی سی زندگی ہے یہ ہماری زندگی!
 ہائے! کہلاتی ہو کیوں بے اختیار زندگی
 کیا سدا سے تھی یہ غفلت عاری زندگی
 اویں شہر بدیدہ! اب تیرے ہٹوا کیا ہو؟

دردِ اُلفت کا نہو تو زندگی کا کیا فزا
آرزوئے زیت بھی لے لے زندگی دیدہ
آہ وزاری زندگی ہی بقراری زندگی
تو نہ پیارا ہو تو جھک ہو نہ پیاری زندگی
اگر نہ دو چہرے تھے یہ لے باہر بھاری زندگی
یاں تو لے نیرنگ! دونوں کے لئے مسلمان ہیں
موت بھی مجھ پر گراں ہو کر ہے بھاری زندگی

کبھی صورت جو مجھے اکے دکھا جاتے ہو
اک جھمک فلم جو لب لبام دکھا جاتے ہو
میرے پہلو میں تم آؤ یہ کہاں کی سفید
تازہ کر جاتے ہو تم دل میں پُرانی یادیں
اتنی ہم کو بھی دکھاتے ہو میری نفسی
دل کے دل ہی میں ہے نیکڑول بال میر
بگڑ لطف میں جا دو ہو تمہاری جاناں
شعاعِ نور سے تو وادیِ امن ہی جسا
ہی تو نیرنگ! وہی عشق کا رونا دھونا

انہی باتوں میں نیارنگ دکھا جاتے ہو

نہ کیونکہ اہل نظر کو رلائے خندہ گل؟
 کرشمہ خیرِ اُلفت سے کیا تجھ ہے
 ہجومِ غم سے نہ یابوس باغِ دہریں ہو
 یہاں سی کے جولائی ہر کیا مچی زد ہے
 جھٹاک ماہِ عجب آب تاب نے جن
 وہ خندہ لب جو کبھی آگیا تو دیکھیں گے
 خزاں کو آنے سے مت بھول موسمِ گل پر
 کوئی پرایا ہو اپنا ہوش کے خلقِ سول
 بعینِ فہم کیا کامِ اشکِ شبِ نم کا؟
 فغانِ کس سے ہوں کان تو نے تو بھی
 صدائے نغمہ رنگیں نوائے خندہ گل

یہ نشانیاں ہر عاشق کا دستورِ دنیا | ترے جو رہ کر بھی مے و سر ہنسا

غضب ہر قیوں لگ لگ کے چلنا
 بقا بعدِ مردن اگر ہے تو یہ ہے
 وہ قسمیں کہ اُن سے یلنگ نہ ہرگز
 رستم ہی ہمارے ہی دل میں سما
 زری امت آنکھوں سے سیکھا ہیں
 جلانے کو لایا ہوں میں سخت ہستی
 بنادے اسے غیرتِ قصرِ جنت
 مگر ہم غریبوں سے یوں دُور رہنا
 ہمیشہ زمانے میں مشہور رہنا
 مگر دل کے ہاتھوں سے مجبور رہنا
 ہماری ہی آنکھوں سے مستور رہنا
 شرابِ تخیل سے محسور رہنا
 خبردار او شعلہ طور رہنا
 مرے دل میں اے غیرتِ محور رہنا

جو ان سے ملو گے تو جھینکو گے نیرنگ
 بتوں سے ذرا دُور ہی دُور رہنا،

فریبِ آرزو نیرنگِ تاثیرِ غماں تک ہے
 طلسمِ عتابِ عہد و پیمانِ بُتاں تک ہے
 دلِ عاشق سے پوچھو عشق کی تلخی کے چٹخارے
 کہ زہرِ ابِ محبت کی حلاوتِ کامِ جاں تک ہے
 ڈبویا نختِ گوہر نے استادِ ملائک کو